۲۱۹

اقبال اور گجرات

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال اکادمی سائبر لائبریری
©2002-2006

ڈاکٹر مظفر حسن ملک

حصہ ۲

ہو گیا اقبال قیدی محفلِ گجرات کا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

جہانگیر اپنی تزک میں لکھتا ہے : "۱۲ ذوالحج ۱۰۱۵ھ (بمطابق ۹ مارچ ۱۶۰۷ء) کو میں نے دریائے چناب کو حافظ آباد کے نزدیک پہلے سے موجود ایک پل کے ذریعے عبور کر کے پرگنہ گجرات میں قیام کیا۔ میرے والد شہنشاہ جلال الدین اکبر نے کشمیر جاتے ہوئے یہاں (گجرات میں) ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اردگرد کے علاقے سے کچھ گجروں کو جمع کر کے یہاں بسایا تھا۔ اِس سے قبل ان کا گزارا رہزنی اور چوری پر تھا۔ اُس نے گجرات کو علیحدہ پرگنے کی حیثیت عطا کی اور گجر قبیلے کی رعایت سے اسے گجرات کا نام دیا۔[1]

خلاصۃ التواریخ میں منشی سجان رائے بٹالوی نے گجرات کے بیان میں تحریر کیا ہے کہ "اکبر کے عہد سے پہلے یہ علاقہ سیالکوٹ کے پرگنے میں شامل تھا۔" اکبر نے جب صوبہ لاہور کا بندوبست کروایا تو انتظامی لحاظ سے دریاؤں کی قدرتی حد بندیوں کو زیادہ مفید سمجھا اور پنجاب کو دو آبوں میں تقسیم کر کے ان کو معروف نام دیے جو آج تک چلے آتے ہیں۔[2]

گجرات اور سیالکوٹ میں اگرچہ دریائے چناب حائل رہا ہے، مگر اکثر قبائل مثلاً تارڑ، وڑائچ، چیمہ، چٹھہ وغیرہ دریائے چناب کے دونوں طرف آباد ہیں اور ان کی آپس میں رشتہ داریاں ہوتی رہتی ہیں۔

اگرچہ یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا کہ علامہ اقبالؒ کا خاندان کس عہد میں کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ میں آباد ہوا مگر بالعموم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ہجرت اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخری یا انیسویں صدی کے آغاز کے سالوں میں ہوئی۔ یہ وہ عہد ہے جب سلطنتِ مغلیہ کا وجود برائے نام رہ گیا تھا۔ احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۵۲ء میں کشمیر پر قبضہ کر لیا تھا اور کابل حکومت یہاں اپنے گورنر مقرر کرنے لگی تھی۔ اٹھارہویں صدی کے آخر (۱۷۹۸ء) میں پنجاب پر رنجیت سنگھ، زمان شاہ کے صوبیدار کے

طور پر قابض ہُوا اور چند برسوں کے اندر اندر اِس صوبے کا خودمختار حاکم بن گیا۔

انیسویں صدی کے ابتدائی دو عشرے کشمیر کی آبادی کے لیے انتہائی آزمائش کا دور ثابت ہُوئے۔ اِس دور میں بدنظمی کے علاوہ قحط کی آفت نے بھی ستم ڈھایا اور بہت سے لوگ نقل مکانی پر مجبور ہُوئے۔ پنجاب اور کشمیر کے درمیان درّہ ''بانہال'' کا راستہ ہمیشہ سے آسان ترین سمجھا جاتا رہا ہے۔ مُغل حکمران زیادہ تر یہی راستہ اختیار کرتے تھے؛ البتہ انگریزوں کے عہد میں مری کوہالہ روڈ نے اہمیّت اختیار کر لی۔ درّہ بانہال کا راستہ بھمبر اور راجوری سے گزرتا تھا، اس لیے جو قبائل اس راستے سے ہجرت کر کے آتے، وہ سیالکوٹ یا گجرات کے پرگنوں میں قیام پذیر ہوتے، اور پھر آہستہ آہستہ آگے وسیع میدانوں میں پھیلتے چلے جاتے۔

''روزگارِ فقیر'' میں شامل شیخ اعجاز احمد کے مضمون[۱۶] اور ''زندہ رود'' کے تفصیلی مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علّامہ کے والد کے دادا یا دادا کے چار لڑکے کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے۔ نیز یہ کہ علامہ کے دادا شیخ محمّد رفیق کی دوسری شادی موضع جلالپور جٹّاں ضلع گجرات میں ہُوئی۔ اِس خاتون کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بہت خوبصورت تھیں اور غیر معمولی حُسن کی وجہ سے اُن کا لقب ''گُجری'' پڑ گیا تھا[۱۷]۔ ممکن ہے گجرات کی نسبت کا بھی اِس لقب میں دخل ہو۔ بہرحال، اِس حقیقت کے پیشِ نظر کہ علامہ کی دادی محترمہ کا تعلق گجرات سے تھا، علامہ کی ایک قدیم نسبت اِس ضلع سے ضرور ٹھہرتی ہے۔

یہ شادی انیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں ہوئی ہوگی کیونکہ اقبال کے والد شیخ نور محمّد کا سالِ ولادت ۱۸۳۷ء بتایا جاتا ہے۔ نیز یہ حقیقت کہ شیخ مذکور اپنی والدہ کی گیارھویں[۱۸] اولاد تھے اس شادی کو مزید پیچھے لے جاتی ہے۔ اب پونے دو سو سال بعد اِس امر کا پتہ لگانا کہ یہ شادی کس خاندان میں ہُوئی تھی، تقریباً ناممکن ہے کیونکہ جلالپور جٹّاں کی بیشتر آبادی کشمیری شالباف گھرانوں پر مشتمل ہے۔ البتہ اِس طویل بحث کے پیشِ نظر جو کشمیری رشیوں کے متعلق ''زندہ رود'' کی پہلی جلد کے ابتدائی صفحات میں فوق کے حوالے سے درج ہے، جلالپور کے رشیوں کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔ شاید اِن لوگوں کے کچھ تعلقات علّامہ کے خاندان سے ہوں، اور وہی تعلقات اِس نئے رشتے کا باعث بنے ہوں۔ مگر یہ صرف اندازہ ہے اس کے لیے کوئی ثبوت اب موجود نہیں۔ جلالپور جٹّاں کے رشیوں کا گھرانہ بااثر متموّل اور شرافت کے لیے ممتاز ہے، لہٰذا یہ امر باعثِ تعجب نہ ہوگا کہ اقبال کی دادی محترمہ اسی گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ یوں بھی جلالپور جٹّاں کے سارے کشمیری خاندان باہم دگر

رشتہ داریاں کرتے رہتے ہیں۔ اور اُن کی حیثیت ایک خاندان ہی کی ہے۔

شیخ رفیق کے متعلق نذیر نیازی نے لکھا ہے کہ ۱۸۴۶ء میں سکھوں اور انگریزوں کی جو جنگ بمقام گجرات ہوئی اُس میں وہ بھی سکھوں کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔

علامہ اقبال کے خاندان میں پیروں فقیروں پر خاصا اعتقاد تھا۔ اس کی ایک وجہ غالباً یہ بھی ہے کہ علامہ کے والد کی ولادت سے قبل ان کے دادا کے ہاں دس بچے عالمِ طفولیت ہی میں انتقال کر گئے تھے اور شیخ نور محمد صاحب بڑی منتوں اور نذر و نیاز کا ثمر سمجھے گئے۔

اتفاق سے شیخ نور محمد صاحب کا رُوحانی تعلق بھی ضلع گجرات ہی سے تھا۔ وہ قطب دوراں حضرت قاضی سلطان محمود صاحب علیہ الرحمۃ ساکن اعوان شریف کے مُرید تھے۔ حضرت علامہ اپنے ایک مکتوب بنام سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ سلسلۂ قادریہ میں مَیں خود بیعت ہوں۔ سید نذیر نیازی تحریر کرتے ہیں کہ محمد اقبال ابھی لاہور نہیں آئے تھے کہ شیخ نور محمد انہیں، اعوان شریف لے گئے۔ قاضی سلطان محمود علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قیاس یہ ہے کہ اسی سفر میں محمد اقبال، قاضی صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور سلسلۂ قادریہ میں شامل ہو گئے۔

ایسی شہادتیں تو بہت ملیں کہ علامہ کے والد شیخ نور محمد کو اُن کے عالمِ ضعیفی میں بھی اعوان شریف میں دیکھا گیا، مگر خود علامہ کی حاضری کسی اور ذریعے سے تصدیق نہ ہو سکی۔ اس امر کے پیشِ نظر کہ حضرت علامہ نے خود قادریہ سلسلے میں بیعت رکھنے کا اقرار کیا ہے اور اُن کے والد بلاشبہ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کے مُرید تھے، اس لیے مذکورہ بالا بیان کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات ۲ مئی ۱۹۱۹ء کو ہوئی۔ تاریخ وفات ہے "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الموت" (۱۹۱۹ء) موصوف معقولات مثلاً فلسفہ، علم کلام، ہیئت، ریاضی نیز منقولہ علوم کے بہت بڑے عالم تھے۔ اُن کے معاصرین اُن کے تبحرِ علمی کا کُھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ ملّا صدرا اور مولانا رومؒ آپ کے محبوب مصنفین میں سے تھے۔ یہی دو مصنفین حضرت علامہ کے نزدیک بھی بہت محترم رہے۔ حضرت علامہ کے والد محترم بھی معمولی رواجی تعلیم کے باوجود مثنوی مولانا رُوم اور فلسفے میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ کیا یہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کا اثر تھا، اِس کا جواب نفی میں ممکن نہیں۔ حضرت علامہ نے یہ اثرات اپنے والد کی معرفت قبول کیے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ علامہ جب قادریہ سلسلے میں بیعت تھے، اور وہ بیعت کی

ضرورت کے قائل بھی تھے، تو انہوں نے بالعموم پیری مریدی کے سلسلے کی مخالفت کیوں کی۔ اس کا جواب بڑا آسان ہے کہ وہ صرف اُن پیروں کے خلاف تھے جنہوں نے اس سلسلے کو دکانداری میں تبدیل کر دیا تھا۔ ورنہ وہ روحانی تربیت کے لیے پیر کا وجود ضروری سمجھتے تھے[۱۰]۔ عبدالسلام ندوی کے نزدیک علامہ قرآن کے مطالب میں تاویل کے قائل نہ تھے اس لیے رواجی تصوّف سے گریزاں تھے[۱۱]

حضرت قاضی صاحب کی وفات کے بعد کے بعد علامہ کسی اور پیر کی تلاش میں رہے۔ اس کا ذکر اُنہوں نے اپنے خطوط بنام شاد میں بھی کیا ہے۔ اعوان شریف کا قادری خانوادہ مسلک کے لحاظ سے وحدۃ الوجودی ہے جبکہ حضرت علامہ شیخ اکبر صاحب ''فصوص الحکم'' اور ''فتوحات مکیہ'' کے متعلق سُوئے ظن رکھتے تھے۔ حضرت قاضیؒ کے جانشین، جو اب وفات پا چکے ہیں، شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے سرگرم حامیوں میں سے تھے، اور ممکن ہے کہ انہوں نے حضرت علامہ سے اس مسئلے میں اختلاف بھی کیا ہو اگر دونوں طرف وضع داری قائم رہی اور کسی اختلاف کا کُھلم کُھلا اظہار کبھی نہیں ہُوا۔ صاحب زادہ صاحب موصوف نے جب کبھی حضرت علامہ کا نام لیا، ایک گونہ اظہارِ محبت ہمیشہ نمایاں رہا۔

''حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں''، مولفہ محمد عبداللہ قریشی میں ایک باب ''اقبال اور طریقت'' کے زیرِ عنوان ہے۔ اس باب میں ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ ''صُوفی'' منڈی بہاء الدین کا ذکر ص ۲۰۱ پر آیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ، ملک صاحب موصوف سے بخوبی واقف تھے۔ اس کی ایک وجہ علامہ کا اعوان شریف کے قاضی گھرانے سے تعلق بھی ہو سکتا ہے کیونکہ ملک محمد الدین صاحب، قاضی صاحبؒ کے خاندان کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ لیکن اس مضمون کا موضوع ملک محمد الدین موصوف اور علامہ علیہ الرحمۃ کے سیاسی خیالات کی ہم آہنگی ہے۔ اپنی اشاعت اور معیار کے لحاظ سے رسالہ ''صُوفی'' اُردو رسائل میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا۔ حضرت علامہ نے جب اپنا مشہور خطبۂ الٰہ آباد ارشاد فرمایا تو اس کی اشاعت کے لیے رسالہ ''صُوفی'' نے بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا، اور خطبۂ مذکور کو اُردو زبان میں ترجمہ کروا کے اسے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا[۱۲]۔

اس طرح علامہ کے اس معرکۃ الآرا خطبے کی اوّلیں نشر و اشاعت کی سعادت بھی گجرات ہی کے حصے میں آئی۔

اقبالؒ کی نظم ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' بھی پہلی دفعہ رسالہ ''صُوفی'' ہی نے چھاپی، اور بغیر اجازت کے چھاپ لی۔ علامہ پر یہ راز آشکار نہ ہوتا تھا کہ یہ نظم ایڈیٹر رسالہ ''صُوفی'' تک کیسے پہنچی۔ انہوں نے اس نظم کو بغیر اجازت شائع کرنے پر ایڈیٹر رسالہ ملک محمد الدین صاحب کو نوٹس بھی دیا[۱۳]۔ اگرچہ راقم الحروف یقین سے تو نہیں کہہ سکتا کہ ملک صاحب تک یہ نظم کیسے پہنچی، لیکن ایک اندازے سے اس امکان کا اظہار

کیا جا سکتا ہے کہ یہ نظم منشی محمد الدین فوقؔ نے معرفت حاصل کی گئی ہوگی کیونکہ راقم الحروف کے ذاتی علم میں ہے کہ منشی محمد الدین فوقؔ کے برنالہ، آزاد کشمیر (ملک محمد الدین صاحب کا آبائی گاؤں) والوں سے قریبی دوستانہ تعلقات تھے۔ بلکہ راقم الحروف نے بھی اپنے بچپن میں پہلی اور آخری بار فوقؔ صاحب کو ملک صاحب موصوف ہی کے ہمراہ دیکھا۔ ملک صاحب اور علامہ میں بلا اجازت نظم چھاپنے کا تنازع زیادہ دیر نہیں چلا اور جلد ہی سمجھوتہ ہوگیا، اور بات آئی گئی ہو گئی۔

علامہ کے ایک قریبی دوست اور زمانۂ طالب علمی کے ساتھی خان عبد الغفور درانی کے ذکر کے بغیر یہ داستان نامکمل رہے گی۔ مرحوم اپنے نام سے زیادہ اپنے لقب ابوؔ صاحب سے مشہور ہیں۔ اب بھی لوگ اُن کا تذکرہ اسی لقب سے کرتے اور اُن کی دلآویز شخصیت سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اِن کا تعلق گجرات کے معزز پٹھان قبیلے سے تھا۔ ضلع گجرات کے گزیٹیر مطبوعہ ۱۹۲۰ء میں درانی خاندان کے سربراہ کا ذکر خطاب یافتگان کی فہرست میں خان بہادر محمد افضل خاں درانی کے نام سے درج ہے جس میں ان کی خیل ماموں زئی بیان کی گئی ہے۔ ابوؔ صاحب کے والد کا نام خان محمد حسین تھا۔ ابوؔ صاحب نے تعلیم سے فارغ ہو کر پولیس کی ملازمت اختیار کر لی اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کالج کے زمانے میں وہ حضرت علامہ کا منظوم کلام اپنی بیاض میں محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ جن لوگوں نے یہ بیاض دیکھی ہے، اُن کا دعویٰ ہے کہ اُس میں درج شدہ کلام کا معتد بہ حصہ حضرت علامہ کے اپنے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے۔ اُن کی وفات کے بعد یہ بیاض ابوؔ صاحب کے صاحب زادے امان اللہ خاں کی تحویل میں تھی۔ پھر یہ راجہ غضنفر علی خاں صاحب کو منتقل ہو گئی۔ مرحوم راجہ صاحب کے اس درانی خاندان سے بڑے قریبی اور دوستانہ تعلقات تھے۔ جن لوگوں نے "باقیاتِ اقبال" شائع کی، انہوں نے اس بیاض سے بھی استفادہ کیا۔ خود علامہ نے بھی "بانگِ درا" کی اشاعت کے موقع پر اس بیاض کو استعمال کیا۔

گجرات کے مخلصینِ علامہ کا تذکرہ چودھری خوشی محمد ناظر گورنر صوبہ کشمیر اور اُن کے بھائی چودھری نیاز احمد کے بغیر تشنہ رہے گا۔ جسٹس شاہ دین مرحوم کا شعر ہے ؎

ناظر بڑا مزا ہو جو اقبالؔ ساتھ دے
ہر سال ہم ہوں، شیخ ہو اور شالامار ہو!

یہ شعر "نظمِ کشمیر" سے لیا گیا ہے جو مخزن کے شمارہ جون ۱۹۰۳ء میں طبع ہوئی۔ "شیخ" سے مراد ایڈیٹر "مخزن" شیخ عبد القادر مراد ہیں اور ناظر سے وہی نظم گو، والے خوشی محمد ناظر۔

All rights reserved ©2002-2006

جسٹس شاہ دین مرحوم ہی کا ایک اور شعر ہے جو اُن کی نظم "چمن کی سیر" مطبوعہ "مخزن" ۱۹۰۱ء میں شامل ہے ؎

اقبال! تیری سحر بیانی کہاں ہے آج؟
ناظر، کمانِ فکر سے مار ایک دو خدنگ!

ناظر کا اصل نام چودھری خوشی محمد ولدیت چودھری مولاداد ہے، اور موضع ہیریہ والا تحصیل وضلع گجرات کے رہائشی تھے (ولادت ۱۸۶۲ء وفات اکتوبر ۱۹۴۴ء)۔ آئینِ اکبری میں ابوالفضل نے موضع ہیریہ والا کو جٹ وڑائچ قوم کا مرکزی مقام بتایا ہے۔ چونکہ حضرت علامہ کا کشمیر سے قلبی تعلق تھا اور چودھری صاحب موصوف بھی ایک دردمند دل رکھتے تھے، اس لیے دونوں میں قریبی تعلق استوار ہوجانا ضروری تھا۔ مندرجہ بالا دونوں اشعار اسی کے غماض ہیں۔[15]

گجرات ہی کے ایک نامور طبیب حکیم محمد حسن قرشی علامہ کے قریبی احباب میں سے تھے۔ چونکہ علامہ کو طبِ اسلامی پر پختہ اعتقاد تھا اور وہ ولایتی دواؤں کو خلافِ طبیعت سمجھتے تھے، اس لیے قرشی صاحب کو اُن کا خاندانی معالج ہونے کا فخر حاصل تھا۔

حکیم صاحب ۱۸۹۶ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور سے دینی اور دہلی کے طبیہ کالج سے طبی تعلیم حاصل کی۔ اور ۱۹۲۰ء میں لاہور میں مطب شروع کیا۔ وہ ایک کامیاب طبیب اور مشہور عالمِ دین اور سیاسی رہنما تھے۔ شفاء الملک کا خطاب بھی حاصل تھا۔ "حکیم مشرق" کے عنوان سے اُنھوں نے علامہ سے اپنی ملاقاتوں کی رُوداد قلم بند کی ہے جو "ملفوظاتِ اقبال" میں شامل ہے۔

معالجینِ اقبال کے ضمن میں ڈاکٹر محمد عبدالقیوم (امیر جماعتِ احمد، قادیانی گجرات) کا ذکر بھی آتا ہے۔ بقول خالد نظیر صوفی (مولف "اقبال درونِ خانہ") ڈاکٹر عبدالقیوم کی علامہ کے خاندان سے کچھ قرابت داری بھی تھی۔ یعنی ڈاکٹر عبدالقیوم صاحب کی ہمشیرہ حضرت علامہ کے ایک بھتیجے سے شادی شدہ تھیں۔ علامہ کے آخری ایام میں یہ اُن کے حاضر باشوں میں سے تھے۔ بالخصوص علامہ کی آخری رات اُنہوں نے جاوید منزل ہی میں گزاری اور اُن کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔[16]

ڈاکٹر عبدالقیوم کا مکان شاہ دولہ دروازے کے متصل ہے۔ وہ اپنی آخری علالت میں کولھے کی ہڈی کے درد کی وجہ سے نقل و حرکت سے معذور ہوگئے تھے اور اپنے رشتہ داروں کے پاس لاہور چلے گئے تھے۔ وہ محکمہ صحت پنجاب سے بطور سول سرجن ریٹائر ہوئے تھے۔

ضلع گجرات کے دو اور بزرگ مولانا اصغر علی روحی سکنہ گورالہ متصل کنجاہ چناب اور خان صاحب قاضی فضل حق سکنہ حاجی والہ علامہ کے احباب میں سے تھے۔ مولانا روحی اسلامیہ کالج میں عربی کے اُستاد اور کئی کتب کے مصنف تھے جن میں سے "دبیر عجم" بہت مشہور ہوئی۔ خان صاحب قاضی فضل حق گورنمنٹ کالج لاہور میں فارسی کے اُستاد اور اپنے وقت کے فارسی زبان کے مستند علماء میں سے تھے۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے اپنی کتاب "اقبال کی صحبت میں" میں مولانا روحی اور اقبال کی ایک ملاقات کا ذکر کیا ہے جو مسئلہ زمان و مکان کے سلسلے میں ہوئی۔ اس ملاقات میں مولانا کی ناراضی اور علامہ کے تحمل کا جو واقعہ لکھا گیا ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علامہ کے دل میں علمائے اسلام کا کتنا احترام تھا۔[۱۷] اسی کتاب میں قاضی فضل حق صاحب کا حضرت علامہ کے ایک ساتھی اُستاد کے طور پر ذکر بھی آیا ہے۔[۱۸]

پروفیسر اکبر منیر اگرچہ گجرات کے رہنے والے تو نہیں تھے، مگر اُن کا اس شہر میں قیام بہت طویل رہا۔ وہ اپنی مثنوی "مہرِ منیر" کی وجہ سے مشہور ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۴۸۳ تا ۴۸۵ میں اُن کا مفصل ذکر کیا ہے۔ "اقبال نامہ" میں اُن کے نام علامہ کے کئی خطوط ہیں۔ اُنھیں اقبال کے نیاز مند شاگردوں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

علامہ کے کلام کو پنجابی زبان میں منتقل کرنے میں گجرات کے دو حضرات نے بڑی مستعدی سے کام کیا ہے۔ ان میں سے ایک پروفیسر شریف کنجاہی اور دوسرے ڈاکٹر احمد حسین قریشی ہیں۔ قریشی محمد رمضان تبسم نے بھی "پیامِ مشرق" کا تمام پنجابی ترجمہ کیا تھا جو طبع نہیں ہوا۔ مرحوم کو موت نے مہلت نہ دی۔

گجرات کے تعلیمی اداروں میں زمیندار کالج کا نام سرِ فہرست رہے گا۔ ماضی میں تاج محمد خیال جیسا ماہرِ تعلیم اس کا سربراہ ہو گزرا ہے۔ ان کا انگریزی زبان میں مقالہ "اقبال اور ابلیس" اس موضوع پر شاہکار کہا جا سکتا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ "فلسفۂ اقبال" مطبوعہ بزمِ اقبال کے صفحات ۷۱ تا ۹۹ میں درج ہے۔ پروفیسر محمد فرمان مرحوم کی کتاب "اقبال اور تصوف" بھی اُسی دور میں لکھی گئی جب مرحوم اس ادارے سے منسلک تھے۔ کالج کے مجلّہ "شاہین" اقبال نمبر ۱۹۷۶ء میں یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ بزمِ اقبال سب سے پہلے اسی درس گاہ میں قائم ہوئی۔ اسی رسالے میں مرحوم انٹر کالج گجرات کا بھی یہی دعویٰ مذکور ہے۔ چونکہ آخر الذکر ادارہ ۳۶-۱۹۳۵ء میں ختم ہو گیا تھا اس لیے اس کے دعوے میں بڑی جان ہے کیونکہ زمیندار کالج، انٹر کالج مرحوم کا تعلیمی جانشین ہے۔

علامہ پر مستقل لکھنے والوں میں ضلع گجرات کے نور محمد قادری صاحب ایک درویش صفت

انسان ہیں۔ اُن کے اقبالیات پر مضامین کا مجموعہ شریف کنجاہی صاحب کے اشارے اور نواب زادہ غضنفر گل صاحب کی توجہ سے زمیندار ایجوکیشن ایسوسی ایشن گجرات نے چھپوایا ہے۔ قادری صاحب کے اسلوبِ تحریر سے اقبالیات کے قاری بخوبی آشنا ہیں۔ خود راقم الحروف نے "اقبال اور ثقافت" اور "اقبال اور معرکۂ خیر و شر" پر کام کیا ہے "اقبال اور ثقافت" اقبال اکادمی پاکستان لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہو چکی ہے

"حلقۂ اربابِ شعور" گجرات کے زیرِ اہتمام سال میں دو بار یومِ اقبال منایا جاتا ہے جس میں مقامی اور غیر مقامی ادیب و شعراء رُوحِ اقبال کو ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

حضرت علامہ اور گجرات کا ذکر ہو تو اُن کی پہلی اور ناکام شادی کا بیان ناگزیر ہو جاتا ہے۔ شہر میں ایک طبقہ ایسا بھی موجود ہے جس کی ہمدردیاں آفتاب اقبال اور اُن کے ننھیال کے ساتھ ہیں (ان میں آفتاب کے لڑکپن کے ساتھی اور بعض رشتہ دار شامل ہیں) اگرچہ حضرت علامہ کی عظمت اور مقام کا کوئی مُنکر نہیں۔

اس مسئلے پر غیر جانبدارانہ محاکمہ کرنے سے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اس شادی میں وہ سارے عوامل ابتداء ہی سے موجود تھے جو ایک ناکام ازدواجی زندگی کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں:۔

۱۔ شادی کے وقت دُولہا کی عمر صرف سولہ سال اور دُلھن کی اُنیس برس تھی۔ گویا بیگم اپنے میاں سے تین سال بڑی تھیں جو ہمارے معاشرے میں غیر معمولی امر ہے۔ دُلھن اپنے دُولہا سے بالعموم دو چار سال چھوٹی مناسب خیال کی جاتی ہے۔

۲۔ دُولہا نے ابھی میٹرک ہی پاس کیا تھا۔ گویا اُس کے تعلیمی سفر کا ہنوز آغاز تھا۔ جس کا دورانیہ ۱۸۹۳ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک تقریباً پندرہ سال پر محیط ہے۔ ۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۵ء کے درمیانی پانچ سال بھی کشمکش ہی میں گزرے۔ اس میں سے اورینٹل کالج کا چار سالہ قیام صرف ایک سو روپیہ ماہانہ پر بسر ہوا جس میں ۹ (نو) ماہ کی رخصت بلا تنخواہ بھی شامل ہے۔ باقی عرصے میں بھی بچت ہی پیشِ نظر رہی ہو گی تاکہ ولایت کے سفر اور قیام کے اخراجات کا انتظام ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ بیوی بچوّں کا بوجھ اس طویل پندرہ سالہ دور میں بڑے بھائی پر ہی رہا ہو گا جو صرف اوورسیئر تھے۔ دونوں بچے بھی طالب علمی کے زمانے ہی میں پیدا ہو گئے تھے، لڑکی ۱۸۹۶ء میں اور لڑکا ۱۸۹۸ء میں۔ اندریں حالات بیوی کس طرح مطمئن ہوتی!

دونوں خاندانوں کی مالی حیثیت میں بہت نمایاں فرق تھا۔ علامہ کے خسر شیخ عطا محمد خطاب یافتہ

خان بہادر، پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر اور عہدے کے لحاظ سے سول سرجن تھے، اور عرصے تک حکومت ہند کے سفارت خانوں سے منسلک رہے جبکہ علامہ کے خاندان میں علامہ کے بڑے بھائی جن پر سارے خاندان کی کفالت کا بوجھ تھا، محض اوورسیئر تھے (ایم ای ایس میں ایس۔ڈی۔او بھی بالعموم اوورسیئر ہی ہوتا ہے)۔

۴۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شادی اتنی عجلت میں ہوئی کہ ان امور پر توجہ نہ دی جا سکی۔ علامہ، میٹرک کا امتحان دینے کے لیے گجرات آئے اور پسند کر لیے گئے [۱۹] اور جس دن امتحان کا نتیجہ آیا، اسی دن انہیں سہرا باندھ کر ازدواجی زندگی کے امتحان میں بٹھا دیا گیا۔ ہمارے معاشرے میں ایسی انمل اور بے جوڑ شادیوں کی کمی نہیں۔

۵۔ ان امور کے باوجود فریقین کی معاملہ فہمی اور شرافت کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ علامہ تادمِ مرگ خاتونِ محترم کو حسبِ حیثیت خرچ بھیجتے رہے، اور اس اللہ کی بندی نے باضابطہ علیحدگی یا طلاق کا کبھی مطالبہ نہ کیا، بلکہ مرتے دم تک "لیڈی اقبال" کہلوانا ہی پسند کیا، ان کے جاننے والوں کا بیان ہے کہ اگرچہ مرحومہ زیادہ پڑھی لکھی نہ تھیں مگر اپنے دستخط لیڈی اقبال لکھ کر کرتیں۔

۶۔ اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ آفتاب اقبال والد سے ناراض رہے یا منحرف ہو گئے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ میاں بیوی کے جھگڑے میں اولاد حالات کا تجزیہ نہیں کرتی بلکہ اس کی زیادہ تر ہمدردیاں ماں سے ہوتی ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی معاملہ ہے۔ آفتاب اقبال اس معاملے کی ساری ذمہ داری اپنے تایا پر ڈالتے رہے۔ اس موضوع پر علامہ کے تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے مگر مندرجہ بالا نتائج کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ——— لیکن ایسا نہیں ہوا کہ شادی کے فوراً بعد ہی فریقین کے تعلقات خراب ہو گئے، بلکہ علامہ گجرات آتے جاتے رہے، محترمہ بیگم صاحبہ بھی سسرال میں جاتی رہیں۔ غالباً مغرب میں علامہ کا طویل قیام نقطۂ انفصال ثابت ہوا اس کے باوجود جب بھوپال سے علامہ کا وظیفہ مقرر ہوا تو علامہ نے والدۂ آفتاب کا ماہانہ حصہ اس میں بھی مقرر کر دیا [۲۰] مختلف راویوں کا بیان ہے کہ علامہ نے انہیں خرچ دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کی آفتاب اقبال کو بھی وہ اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے مگر ننھیال والے اس کے لیے تیار نہ ہوئے [۲۱]

شادی کے بعد علامہ کی گجرات میں آمد و رفت کی یادگار ایک یک قافیہ غزل تبرک کی صورت رکھتی ہے۔ "جناب خواجہ عبدالرشید، سابق، منتظمِ اعلیٰ جناح سنٹرل ہسپتال، کراچی بروایت جناب لیفٹیننٹ جنرل محمد افضل فاروقی بیان کرتے ہیں کہ اقبال کی پہلی شادی خان بہادر ڈاکٹر شیخ عطا محمد، وائس کونسل

جد، سکنہ کنڑہ شال بافاں، گجرات کی دختر سے ہوئی تھی۔ اقبال شادی کے بعد اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر اقبال نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔ یہ شعر غالباً ۱۸۹۸ء کا ہے ؎

ہو گیا اقبال قیدی محفل گجرات کا[۲۲]
کام کرتے ہیں یہاں انسان بھی صیاد کا

جنرل فاروقی صاحب کو شعر کا دوسرا مصرع درست یاد نہیں رہا، جو اس طرح ہے:

کام کیا اخلاق کرتے ہیں، مگر صیاد کا

یہ پوری غزل "روزگارِ فقیر" جلد دوم کے صفحہ ۳۰۰-۳۰۱ پر درج ہے۔ غزل کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بہت ابتدائی عہد کی ہے۔ اس پر یہ نوٹ بھی موجود ہے:

"یہ ابتدائی غزل غالباً گجرات کے مشاعرے کے لیے کہی گئی۔"

اس غزل کا مطلع ہے ؎

کام بلبل نے کیا ہے مانی و بہزاد کا
برگِ گل پر اس نے توڑ لے لیا صیاد کا

سارے اشعار روایتی ہیں اور ابتدائے فن کا مظہر۔ صرف یہ شعر کچھ جاندار ہے ؎

یادِ گلشن ہے زباں پر، لب پہ ذکرِ آشیاں
داغِ ہجرِ گل جگر میں، دل میں ڈر صیاد کا

کرنل خواجہ عبدالرشید جن کا اس روایت میں ذکر ہوا ہے، خواجہ فیروز الدین کے بھتیجے ہیں اور خواجہ فیروز الدین علامہ کے ہم زلف تھے اور ان کی پہلی بیگم کی ایک چھوٹی بہن سے بیاہے ہوئے تھے۔[۲۳]

اقبال کے نیاز مندانِ گجرات کے ضمن میں تین مزید حضرات کا ذکر بھی ضروری ہے:

(۱) قریشی محمد رمضان تبسم (۲) چودھری محمد حسن علیگ (۳) مفتی حمید اللہ خاں۔ ان حضرات نے بھی اپنی بساط کے مطابق اقبالیات کے فروغ میں قابلِ تحسین کوشش کی!

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

حواشی

۱۔ توزکِ جہانگیری ج ۱ ص ۹۱ ترجمہ روجرز ادارت بیوریج۔
۲۔ خلاصہ التواریخ والیانِ گجرات۔
۳۔ مزید تفصیل کے لیے آئینِ اکبری ج ۲ ابوالفضل
۴۔ روزگارِ فقیر ج ۲ (فقیر سید وحید الدین ص ۱۱۶، ۱۱۵)
۵۔ "زندہ رود" ڈاکٹر جاوید اقبال ص نمبر ۱۱ ج ۱
۶۔ ایضاً صفحہ ۱۲۔
۷۔ اقبال کے حضور ج ۱ صفحہ ۹۴۔
۸۔ اقبال نامہ حصہ اول ص ۹،
۹۔ دانائے راز صفحہ ۲۵
۱۰۔ عبداللہ قریشی "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" صفحہ ۲۷۵ - ۳۰۱۔
۱۱۔ عبدالسلام ندوی "اقبال کامل"۔
۱۲۔ نذیر نیازی مکتوباتِ اقبال ص ۹۷
۱۳۔ روزگارِ فقیر ج ۲ ص ۱۳۷۔
۱۴۔ باقیاتِ اقبال ص ۹۔
۱۵۔ مزید تفصیل ملفوظاتِ اقبال ص ۲۱ - ۳۲۰۔
۱۶۔ اقبال درونِ خانہ ص ۱۷۵، ۱۶۸۔
۱۷۔ اقبال کی صحبت میں، ص ۴۹۵۔
۱۸۔ ایضاً عبداللہ چغتائی ص ۳۸۴۔
۱۹۔ ص ۱۱ "اقبال درونِ خانہ" "سرگزشت اقبال" صفحہ ۱۷،
۲۰۔ "اقبال کی صحبت میں" صفحہ ۳۶۸۔
۲۱۔ سرگزشتِ اقبال صفحہ ۵۶۔
۲۲۔ انوارِ اقبال ص ۳۱۳
۲۳۔ زندہ رود ج ۱ ص ۱۳۷۔

www.IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved

علامہ اقبال کو ان کے ایک پرستار زاہد علی زبردستی کیمرے کے سامنے لے جاکر تصویر کھینچوا رہے ہیں